جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ کے طلباء سے

مولانا مفتی محمود کا خطاب

۵ جنوری مطابق ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ کے طلباء کی دعوت پر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور پروفیسر عبدالغفور صاحب جامعہ اسلامیہ کی جامع مسجد میں طلبہ سے خطاب کیا۔ قاری عبدالخالق صاحب کی تلاوت کے بعد مولانا محمد اسلم صدیقی نے طلباء کی طرف سے ان مہمانوں کو پُرجوش خوش آمدید پیش کی۔ پروفیسر صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ ازحد خوش قسمت ہیں کہ اس مقدس فضا میں علوم دینیہ حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جتنا بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح آپ کی ذمہ داریاں بھی بہت بلند ہیں۔ دنیا میں عظیم بلڈنگ اور محلّات پر مشتمل یونیورسٹیاں کالج موجود ہیں۔ ان کے طلبا مالی لحاظ سے وجیہہ نظر آتے ہیں لیکن وہ دنیا کی پیاس بجھانے کے لئے جو کچھ حاصل کر رہے ہیں۔ وہ انکی پیاس بجھانے کیلئے کارگر نہیں۔ آپ اخروی فوز و فلاح کے طالب ہیں۔ آپ کو اس عظیم منصب کیلئے ایک مثالی زندگی اختیار کرنی ہے۔ تاکہ آپ کی صورت و سیرت سے دیکھنے والے اسلام کا صحیح جائزہ اخذ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا کہ اسمبلی میں حضرت مفتی صاحب جیسے لوگ پہنچ گئے، تو دینی جماعتیں یکجا ہوئیں۔ ایسے ملک میں کہ جہاں پیپلز پارٹی نوّے فیصد کامیاب ہوئی ہو ان کی اکثریت کے باوجود اس ملک کے دستور میں یہ لکھوانا کہ اس ملک کا دستور اسلام ہوگا یہ درحقیقت باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ابھی ابھی یہ قادیانی مسئلہ میں کامیابی، مذہبی جماعتوں کے متحد ہونے کا ثمرہ ہے۔ جبکہ اس پارٹی کے لوگ یہی کہتے تھے کہ یہاں سوشلسٹ نظام ہوگا۔ بلکہ بعض عناصر تو علی الاعلان کہتے تھے کہ لادینی نظام پاکستان کا دستور ہوگا۔ قادیانیت کا وہ سانپ جو ستر سال مسلمانوں کے اندر مسلمان کے

نام سے رہ رہا تھا، وہ اسی النفاق کی بدولت اپنی موت مر گیا ہے۔ ملکی حالات کے بارے میں حضرت مفتی صاحب زیادہ تفصیل سے تقریباً ٹیں گے۔ میں ان ہی الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔ (مرتب)

خطبۂ مسنونہ کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا۔ عزیز طالب العلمو! جیسا کہ جناب پروفیسر صاحب نے آپ کو خوش قسمت قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ یقیناً اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ آپ مدینۃ الرسولؐ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ دینی علوم کے حصول میں مصروف ہیں۔

مدینہ منورہ اور دینی علوم کا حصول دینی علوم کا حصول درحقیقت خود ایک بہت بڑی منقبت ہے۔ آپ کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اساتذہ اور منتظمین کار کے لئے وصیت فرمائی۔ اِنّ رجالاً یأتونکم من اقطار الارض یعنی بیوت اکباد الابل یطلبون العلم فاستوصوا بہم خیراً۔ جن کے لئے جناب نبی کریمؐ نے وصیت فرمائی ہو ان کا مقام کتنا بلند ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ حضرات کے سامنے یہاں پر ہمارا مخاطب ہونا کوئی ایسی بات نہیں جس سے ہمیں دلچسپی ہو۔ اور ہمیں تو یہ خیال بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پاک شہر میں جہاں ہم سب پر مکمل ادب اور حسبۂ احترام ہونا چاہئے۔ کچھ بیٹنے کی جسارت نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن آپ حضرات سے ملنے کو جی چاہتا تھا۔ آپ کی یہ درسگاہ جامعہ اسلامیہ تمام دنیا میں ایک نمایاں اور ممتاز درسگاہ ہے۔ اس کی امتیازی حیثیت قرآن وسنت کے علوم کیساتھ طلباء کو عملی تربیت دینا ہے۔ میں نے دوسرے ملکوں کے جامعات اور مدارس کو بھی دیکھا ہے۔ مگر یہاں کے ماحول اور وہاں کے ماحول میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہاں کے طلباء کی صورت وسیرت سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ یہاں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان مجموعی حیثیت سے سیاسی پسماندگی میں مبتلا ہیں۔ اسی کروڑ مسلمان دنیا میں آباد ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کی آبادیاں ہیں۔ ان میں باہمی اختلافات ہیں۔ سامراجی طاقتیں انہیں اکٹھا رہنے نہیں دیتیں۔ حالانکہ ہمارا مذہب ایک ہے۔ ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آخری راستہ سمجھتے ہیں۔

عربی زبان لیکن ان وحدتوں کے باوجود ہر مسلمان ملک میں ایک نئی بولی سنائی دے رہی ہے۔ کیوں ہم سب مسلمان مل کر نہ سوچیں کہ اپنے مستقبل کو قرونِ اولیٰ کیطرح ایک بار پھر روشن کرنا ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے تمام اسلامی ممالک کو عربی زبان کو اپنانا ہے۔ خاص کر پاکستان میں جب مختلف زبانیں

بولی جاتی ہیں۔ اور سرکاری زبان انگریزی کو دفتری زبان اور رابطہ کی زبان قرار دیدیا گیا ہے۔ مشرقی پاکستان جب ہمارے ساتھ تھا تو دو سرکاری زبانیں تھیں۔ بنگلہ اور انگریزی۔ اور اب صرف انگریزی زبان باقی ہے۔ حالانکہ مقامی بولیاں متعدد ہیں۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ قیام پاکستان کے ۲۷ برس پورے ہو گئے ہیں۔ اور ابھی تک ہم ایک اجنبی زبان مسلط ہے۔ اگر عربی زبان کو سرکاری زبان رکھتے تو اس سے رابطہ کے لئے اور کوئی زبان زیادہ مناسب نہیں تھی۔ اس زبان میں کئی صلاحیتیں موجود ہیں۔ ہمارے تمام عربی ممالک میں یہی زبان سرکاری زبان ہے۔ اگر پاکستان کے کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارس میں یہ زبان لازمی قرار دیدی جائے تو صرف پانچ سال میں ہمارے ملک کا بچہ بچہ عربی کو بول سکے گا۔ اس زبان سے ہماری عقیدت ہے۔ انگریزی کے ساتھ پاکستانیوں کا تعلق نفرت کا ہے۔ ایک ظالم وخونخوار قوم جو ڈیڑھ سو سال ہم کو غلامی کی زنجیروں میں محبوس رکھا۔ اس ظالم قوم کی زبان کو ہم کیسے محبت وعقیدت کی نگاہ سے دیکھ سکیں گے۔ عربی جو قرآن وسنت اور دین کی مرکزی لغت ہے۔ قرآن وحدیث کی زبان کو سیکھنا باعث اجر بھی ہے۔ ہم خرما و ہم ثواب اور اس کے ساتھ عرب مسلمانوں کے ساتھ اجنبیت ختم ہو جاتی۔ اسلامی اخوت اور سیاسی رشتے ان کے ساتھ اور بھی مضبوط ہو جاتے۔ اور اس باہمی لسانی ارتباط کی وجہ سے مشترکہ مسائل پر مشترکہ غور کر سکتے تھے۔

عالم اسلام کو نئے مسائل اور قوانین پر متفقہ غور کی ضرورت ہے۔

قرآن وحدیث ہمارے قوانین کے مأخذ ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ اسلامی نظام کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی نظام اور ازم قابل قبول نہیں ہے اور نہ دنیا کو ہدایت ورواداری کی ضمانت دے سکتا ہے۔ یہی تمنا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے بڑے مشائخ اور معتمد علماء دین کا جتھہ منتخب ہو جائے۔ جو تمام دنیائے اسلام کے لئے ایک متفقہ قانون مرتب کرے۔ کم ازکم ابتدائی مراحل میں تعزیرات وحدود کے مسائل کو تو متحدہ طور پر تمام اسلامی ممالک میں چلانے کی کوشش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض ایسے قوانین جو مباحات کے درجہ میں ہیں۔ اس میں ہر ملک اپنے ماحول کے اعتبار سے مخصوص رویہ اور علیحدہ طریق عمل اختیار کرے۔ لیکن حدود وتعزیرات اور اقتصادیات کے مسائل کو مشترکہ طور پر حل کرنا ہے۔

معاشی مسائل کی اہمیت

آجکل تمام سیاسیات کا محور ومرکز اقتصادیات کا مسئلہ ہے۔ تمام سامراجی طاقتیں اس جدوجہد میں ہیں کہ اقتصادیات کے مسئلہ کو الجھا کر معاشی بحران پیدا کریں۔ اسرائیل کا وجود عرب کے درمیان صرف اس لئے ہے تاکہ عرب ممالک تیل کی آمدنی کو خود استعمال نہ کر سکیں۔ جب بھی وہ ترقی کی طرف گامزن ہو تو اسرائیل کے ساتھ ان کو لڑایا جائے۔ تاکہ ان کے ذرائع آمد کو صرف قتل وقتال

پر خرچ ہو۔ دنیا میں سب سے زیادہ دولت عرب کے پاس ہے۔ ہم ان کو با ثروت دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں۔ لیکن استعمار نے جگہ جگہ مسلمانوں کو معاشی مسائل میں پھنسانے کے لئے باہمی جنگ وجدل کے منصوبے بنا رکھے ہیں۔ تو اسلامی ممالک کو معاشیات، اقتصادیات اور ایسے بنک کے قیام کا مشترکہ حل نکالنا ہے۔ جس میں سودی نظام کو ختم کیا جا سکے۔ جب بھی لسانی، اقتصادی، معاشی اور دیگر باہمی رشتہ قومی ہوگا۔ ایک دوسرے سے قریب ہوتے جائیں گے۔ آج مسلمان سیاسی طور پر بیرونی طاقتوں کا شکار ہے۔ آج امریکہ اور روس اس کوشش میں ہیں۔ کہ سرحد سے لیکر برما تک ایک لائن بنا کر اسے چین کے مقابلہ میں لڑایا جائے۔ اب ہم سب کا یہ فرض ہے کہ پاکستان کو ان بڑے گرگوں سے بچائیں۔

شاہ فیصل کو خراجِ تحسین | میں صمیم قلب سے اس سعودی حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے اسلامی ملکوں کو متحد کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور جلالۃ الملک فیصل نے تضامن اسلامی کا جو اہم مسئلہ مسلمان ممالک کو باہمی ارتباط اور قریب تر لانے کے لئے پوری فراخدلی سے پیش کیا ہے۔ اس سے یقیناً عالمِ اسلامی کو عظیم قوت نصیب ہوگی۔ وحدت میں قوت ہے۔

پاکستان کی سالمیت ہر پاکستانی پر فرض ہے | جہاں تک پاکستان کے مسائل میں جناب پروفیسر صاحب نے اس کا ذکر کیا۔ یہ بات آپ سب کو معلوم ہے کہ حکومت کی پارٹی سے ہمیں اختلاف ہے۔ ان کے عزائم، پالیسیاں، اور موقف ہمارے عزائم اور موقف سے مخالف ہیں۔ اور وہ تو اختلاف یا تو صرف اسلام کے لئے ہے۔ یا پاکستان کی تحفظ وسالمیت کی خاطر۔ ہر پاکستانی کا فرض ہے۔ خواہ اندرونِ ملک میں رہے یا بیرونِ ملک کہ وہ پاکستان کی سالمیت اور اس میں اسلامی نظام کی ترویج و نفاذ کے لئے خلوصِ دل سے کوشاں رہے۔

نیا دستور | پاکستان میں کئی دستور بنے اور کئی منسوخ ہوئے۔ یہ جو آخری دستور ہے اس کے بارے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ اگر اس دستور کے چلانے والے ایک متدین اور قوی ایمان والا مل جائے تو یہ دستور مکمل اسلامی نظام لانے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ دستور میں ایسی خرابی نہیں ہے۔ جو اسلام کے منافی ہو۔ دراصل دستور کو چلانے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر سات سال کے عرصہ میں رفتہ رفتہ اس دستور کو عملی شکل دیا جاتا تو بہت آسانی سے اس دستور کو عملی ڈھانچہ میں ڈالا جا سکتا۔ لیکن افسوس دستور کے بنانے کے بعد ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تقسیم کار کی حیثیت کچھ بھی ہو۔ لیکن ابھی تک کچھ کام نہیں ہوا۔ ایک مشاورتی کونسل بنی ہوئی ہے۔ وہ رپورٹ مرتب کرے گی، اگر ملک کا سربراہ متدین ہوگا تو ضرور صحیح آدمی منتخب کرے گا۔

اصحاب عزیمت | الحمدللہ اب بھی اس دور میں ایسے آدمی موجود ہیں جو حق کیلئے چٹان کیطرح اپنے اسلامی عزم میں پختہ ہیں۔ آسمان نیچے آسکتا ہے۔ زمین اوپر ہو سکتی ہے۔ لیکن ان اصحاب عزم کو مختلف جاہ وجلال اور دنیوی لالچ کے بدلے خریدا نہیں جا سکتا۔

قادیانی مسئلہ اور قومی اسمبلی | اب یہ قادیانی مسئلہ دستور میں آگیا۔ اب مرزائیوں کے کفر میں کسی کو شک نہیں رہا۔ الحمدللہ وہ تمام سوراخ بند کر دیئے گئے جن سے یہ لوگ اپنے لئے اپنی حفاظت کر سکتے تھے۔ گورنمنٹ کی نمائندگی وزیر قانون پیرزادہ کر رہے تھے۔ لا سکرٹری بھٹو صاحب خود بھی بیرسٹر ہیں۔ مجھے ۸ ستمبر کو پنجاب کے ایک بہت بڑے وکیل نے مبارکباد دی اور کہا کہ مسئلہ کی کامیابی کی مبارک نہیں دیتا۔ مجھے تو ساری رات یہ خطرہ تھا کہ ان چھ آدمیوں میں وکیل نہیں ہے۔ جو ختم نبوتؐ کے تحفظ کے نمائندے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں دستور میں کوئی ایک نکتہ رکھ دیں جن میں ان کے لئے بچاؤ ہو۔ صبح جب میں نے مسودہ پڑھا تو ازحد اطمینان ہوا۔ یہ مسئلہ بہت بڑا مشکل تھا۔ اکثر ممبرو ین سے بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ مختلف ذرائع سے انتخاب جیتنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف اتنی وسیع ہونی چاہیے کہ ان کو بھی شامل ہو جائے وہ اکثر کہتے تھے کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے کو مسلمان کہتا ہو۔ اور استدلال بھی عجیب ہے۔ ولاتقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ مرزائی بھی اپنے دلائل پیش کریں۔ تاکہ وہ یہ جرأت نہ کر سکیں کہ ہمارے دلائل سننے کے بغیر فیصلہ کیا گیا۔۔۔

آپ کو اندازہ لگانا چاہیئے کہ ہمارے ممبروں کا مبلغ علم کیا ہے۔ عجب مرزائی حضرات کو سفید ڈاڑھی اور طرے دار پگڑی اور پاکستانی لباس میں دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ ڈاڑھی والے، سفید پگڑی والے کیسے کافر ہو سکتے ہیں۔ اور جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی زبان پر لاتے تو پورے ادب سے درود شریف بھی پڑھتے۔ قرآن مجید کی آیت بھی پڑھ لیتے تھے۔ تو اکثر ممبر کہتے تھے کہ جب یہ درود بھیجتے ہیں اور آیتیں پڑھتے ہیں تو یہ کیسے کافر ہو سکتے ہیں۔ ایسے ماحول میں جبکہ ممبروں کے رخ بالکل مخالف تھے۔ ان کے دماغ کو تبدیل کرنا ایک مشکل مسئلہ تھا۔ لیکن جب ان کا بیان ختم ہوا تو ہماری طرف سے ۱۳ دن جرح ہوتی رہی۔ ۱۱ دن جرح ربوہ کے گروپ پر اور دو دن جرح لاہوری پارٹی پر ہوتی رہی۔ مجموعہ آٹھ گھنٹے روزانہ جرح و تنقید ہوتی رہی۔ ہمارا کام پہلے ہی دن بن گیا تھا۔ ہم نے پہلے سوال کیا کہ مرزا غلام احمد کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ امتی نبی تھے۔ امتی نبی کا معنی یہ ہے۔ کہ امت محمدیہ کا وہ فرد جو آپ کے کامل اتباع سے نبوت کا مقام حاصل کرے۔

پھر ہم نے پوچھا کہ اس پر وحی بھی آتی ہے۔؟ چونکہ ہمارے ساتھ مرزا کی تمام کتابیں موجود تھیں جگہ جگہ ہم نے نشانات لگائے تھے تاکہ حوالے نکالنے میں آسانی ہو۔ مرزا کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ بارش کی طرح۔ کیا مرزا کی وحی میں خطا کا بھی احتمال ہو سکتا ہے۔؟ کہا کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا نے لکھا ہے کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا یقین ہے جیساکہ قرآن پر۔ اور اس نے لکھا ہے جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا "خواہ اسکو میرا نام نہیں پہنچا ہو" کافر ہے پکا کافر۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

مرزا کی اس عبارت سے تو سب مسلمان کافر ہوئے۔ ممبر بھی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ اس عبارت سے تو ستر کروڑ مسلمان سب کافر بنتے ہیں ——— مرزائیت کے نمائندوں نے جواب دیا کہ کافر تو ہیں لیکن چھوٹے کافر ہیں۔ انہوں نے امام بخاری کی کتاب کا حوالہ بیان کیا۔ کفر دون کفر۔ سے استدلال کیا۔ درحقیقت ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ کفر کے مختلف مراتب ہیں۔ لیکن اس مسئلہ کو ہم نے طول نہیں دیا۔ ہم نے دریافت کیا آگے جو مرزا نے لکھا ہے۔ پکا کافر ——— پھر انہوں نے جواب دیا کہ اپنے کفر میں پکے ہیں۔ پھر ہم نے کہا کہ آگے لکھا ہے۔" دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" حالانکہ چھوٹا کفر ملت سے خارج ہونے کا سبب نہیں بنتا۔ پھر انہوں نے تاویل کی کہ دائرہ اسلام کے کئی دوائر ہیں اور مختلف کیٹی گریاں ہیں۔ اگر بعض سے نکل گیا تو بعض سے نہیں نکلا ——— ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ جہنمی بھی ہے۔ ممبروں نے جب یہ سنا تو سب کے کان کھڑے ہو گئے کہ اچھا ہم جہنمی ہیں۔ اس سے ممبروں کو دھکا لگا وہ سمجھ گئے کہ ہم تو ان کو مسلمان سمجھتے ہیں، اور ہمیں یہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اگر وہ حق پہ ہیں تو ہم مسلمان نہیں رہے۔ ان کے حق میں ووٹ دینا تو اپنے کفر پر ووٹ دینا ہے۔ اب فیصلہ اس کا ہے۔ کہ یا وہ کافر ہیں۔ یا ہم، مرزائی تو ان کے اس درجے کے محبوب نہیں تھے کہ ان کے لئے خود کو تو کافر قرار دیں اور انہیں مسلمان بنائیں۔ پھر ہم نے پوچھا کہ ان سے پہلے بھی کوئی اور آیا ہے جو امتی نبی ہو۔ کیا حضرت صدیق اکبرؓ "امتی نبی" تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی کیا امتی نبی تھے۔ یہ بشارت ایک ہی کے لئے تھی ؎

انیک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تا بنھد پا بمنبرم

پھر ہم نے پوچھا کہ قیامت تک اور کوئی نبی امتی آئیگا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ ہم نے کہا کہ پھر تو اس کے مرنے کے بعد آپ کا اور ہمارا عقیدہ ایک ہو گیا۔ کہ ظلی بروزی مستقل، امتی نبی وغیرہ نبی نہیں۔ تو جو تصور ہمارا ہے۔ خاتم النبیین کے بارے میں۔ وہی آپ کا بھی ہے۔ تو ہمارا یہ تصور ہمارے عقیدہ میں شامل ہے۔ کہ حضور خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اور تمہارا یہ عقیدہ مرزا کے بعد سے ہے ——— تو گویا تمہارا خاتم النبیین مرزا غلام احمد ہے۔ اور ہمارا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر انہوں نے

تاویل کی کہ وہ فنافی الرسول تھے۔ یہ ان کا اپنا کمال نہیں تھا۔ وہ تو عین محمد ہو گئے تھے۔۔۔ اس سے زیادہ توہین اور کیا ہے۔ خاصکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ ایمان تو کجا بلکہ ایک انسان بھی اس قسم کے غلیظ کلمات نہیں کہہ سکتا۔ اس نے اپنی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے: تلک کتب ینظر الیہا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ وینتفع من معارفہا ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقبلون۔ میں نے کہا کہ مسلمانوں کو بدکار عورتوں کی اولاد سے یاد کیا۔۔۔ پھر انہوں نے جواب دیا کہ بغایا کے معنی سرکشوں کے ہیں۔ گویا بغایا بغاوت سے ہے۔ یہ ان کی علمی استعداد ہے۔ پھر میں نے کہا کہ بغایا کا لفظ قرآن میں آیا ہے۔ وما کانت امک بغیا۔۔۔ اس نے جواب دیا کہ قرآن میں بغیا ہے۔ بغایا نہیں۔ میں نے کہا صرف مفرد اور جمع کا فرق ہے۔ نیز جامع ترمذی شریف میں بھی یہ لفظ مذکور ہے۔ البغایا اللاتی ینکحن انفسهن بغیر بینۃ۔۔۔ رواہ الترمذی۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ بغیہ کا لفظ اسی معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔

مولانا سعد اللہ صاحب لدھیانوی نے مرزا کے ساتھ مناظرہ کیا تھا۔ تو مرزا نے کہا۔

آذیتنی خبثا فلست بصادق ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

حالانکہ مولانا سعد اللہ صاحب۔ مرزا کے مخالف تھے اب اس کا معنی اگر سرکش کا بیٹا کریں تو یہ باپ کی مذمت ہوگی نہ کہ مولانا سعد اللہ کی۔ اگر بدکاری کے معنے میں مستعمل ہوئے تو بیٹے کو گالی ہے۔ اس کتاب میں اس کا ترجمہ اے نسل بدکاراں۔۔۔ پھر انہوں نے جواب دیا کہ یہ ترجمہ ان کا نہیں۔ ہم نے کہا ان کے پریس میں چھپا ہے۔ مرزا نے جہاد کو حرام قرار دیدیا۔ اور خود کو انگریز کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ عراق، شام، مصر، افغانستان وغیرہ ممالک میں اپنے جاسوس بھیجے۔ انگریزوں کے آلہ کار بنے۔ جب یہ باتیں اسمبلی میں آگئیں تو خود بخود ممبروں کے ذہن تبدیل ہوگئے۔ بلکہ ممبروں نے بھٹو صاحب کو کہا کہ آپ ہمارے سیاسی لیڈر ہیں۔ اور یہ دین و مذہب کا مسئلہ ہے۔

تحریک ختم نبوت کیلئے مسلمانوں کی قربانیاں

اسمبلی میں بھی بھرپور مخالفت کی گئی اور باہر ملک میں پورے زور شور سے تحریک چل رہی تھی۔ ۳۲ مسلمان اس مسئلہ کی کامیابی کے لئے جام شہادت نوش کر گئے ہزاروں علماء اور ختم نبوت پر جان دینے والے فرزندان توحید پابند قید و سلاسل رہے۔ جگہ جگہ فائرنگ ہوئی۔ کئی زخمی ہوئے مسجد میں جوتوں سمیت پولیس داخل ہو کر لاٹھی چارج کیا۔ جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ پریس کو بند کر دیا گیا۔ اس کے باوجود پولیس کے حکام نے رپورٹ دی کہ یہ تحریک ہم سے تابو

میں نہیں آسکتی۔ ہر جگہ فوج کو پھیلا دیا گیا۔ لیکن ان تمام حربوں کے باوجود ان کو کوئی کامیابی میسر نہ ہوئی۔

قادیانی مسئلہ کے حل میں اسمبلی میں موجود علماء حق کا بنیادی حصہ | اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ کڑیاں خود بخود جڑتی گئیں اور یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ نے حل فرمایا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی اس مسئلہ کی خاطر لاکھوں مسلمان جیلوں میں محبوس کئے گئے تھے۔ اور ہزاروں کو خون بہانا پڑا۔ لیکن اس وقت یہ تحریک مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکی۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اس وقت پاکستان میں علماء کرام اسمبلیوں سے دور رہتے تھے۔ اسمبلی کا محاذ بالکل خالی تھا۔ حالانکہ اندر کی آواز بہت مؤثر ہوتی ہے۔ گھر یہاں سے پکڑنا نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ اس دفعہ مسلمانوں نے بعض علماء اور متدین ممبروں کو بھی بھیجا۔ جب تحریک شروع ہوئی تو باہر ملک کے ہر کلمہ گو نے تحریک میں پورا حصہ لیا۔ اور اندر اسمبلی میں ہم ممبر لڑتے رہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی کامیابی و سرخروئی نصیب فرمائی۔ میں بسا اوقات یہ سوچتا تھا کہ ایک شخص جو ہر سال مسلسل بخاری شریف اور مسلم شریف۔ ترمذی شریف کو پڑھاتا رہے۔ اور وہ اسمبلی کی چار دیواری میں گھس جائے تو وہ حدیث کے پڑھانے میں روحانی سکون اور قلبی اطمینان جو دینی مدارس کے ماحول میں میسر تھا وہ اسمبلی ہال میں میسر ہوگا۔ دل میں یہ خلش رہتی کہ حدیث کے درس کو چھوڑ کر ادھر آئے ہم نے کافی خسارہ کیا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ حل فرمایا۔ تو اب میرا دل مطمئن ہے۔ کہ سو دفعہ بخاری شریف پڑھانے سے بھی ایک مرکزی مسئلہ حل ہونا بدرجہا بہتر ہے۔ جب تحفظ ختم نبوت ہے تو یہ اسلامی شعائر و مدارس اور اسلامی اقدار زندہ و تابندہ ہیں۔ اور اگر اس مسئلہ میں ہم ناکام رہتے تو یہ سب مراکز و مشاہد بے روح ہوتے۔

کامیابی کا کریڈٹ کسی ایک فرد کا نہیں | اس مسئلہ میں کامیابی کا کریڈٹ کسی ایک فرد کا نہیں۔ کسی ایک جماعت کا نہیں، بلکہ پاکستان کی پوری قوم اس کریڈٹ کی مستحق ہے۔ بعض خوشامدی لوگ ہمارے وزیر اعظم کو اس مسئلہ کا کریڈٹ دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں جو ۴۲ وفاشعار ختم نبوت نے اپنی معصوم جانیں قربان کی ہیں اور جیلوں میں ہزاروں کی تعداد میں علماء صلحاء اور نیک مسلمانوں کو کئی ماہ مختلف مشقتوں میں قید رکھا۔ اور اب تک بعض کے مقدمات چل رہے ہیں۔ اس سب کا سہرا بھی وزیر اعظم کے سر ہے۔ یہ عجیب مجمع الاضداد شخصیت ہے۔ الجزائر کو جب آزادی ملی سب سے پہلے ــــــ احمد بن بلا تھے اور اب بومدین ہیں۔ دس لاکھ تک الجزائری شہید ہوئے۔ پھر ڈیگال نے مجبور ہو کر ان کو آزاد کیا۔ کیا اب آزادی کا سہرا شہداء الجزائر کے سر ہے یا ڈیگال کے سر۔ جب بھی کوئی ڈکٹیٹر ظالم اپنی قوم کی قربانیوں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوتا ہے۔ تو سہرا قوم کے سر ہوتا ہے۔ اگر اس مسئلہ کی کامیابی میں ہمارے بھائی شہید نہ ہوتے اور جیلوں میں ہمارے آدمیوں کو محبوس نہ

کیا جاتا تو یقیناً ہم بھی وزیر اعلیٰ کو مبارک باد دینے میں بخل سے کام نہ لیتے۔ ذی ہوش انسان بات کو عقل کے ترازو میں تولتے ہیں۔ ملک کی تمام سیاسی پارٹیاں، مذہبی جماعتیں۔ اس مسئلہ میں برابر شریک ہیں۔ مجلس عمل میں تمام مکاتیب فکر اور مذہبی جماعتوں کے رہنما موجود تھے۔ باستثناء پیپلز پارٹی کے۔ بلکہ انہوں نے ہمارے ورکروں کو گرفتار کرنے میں جھوٹی شہادتیں دی ہیں۔ جب ایک پارٹی شامل نہ ہو۔ تو اس کے چیئرمین کو کیسے سہرا دیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جب جرح کا کام ختم ہوا۔ تو وزیر قانون پیرزادہ نے ہمیں بلایا۔ پروفیسر بھی موجود تھے۔ نورانی صاحب، چوہدری فضل الٰہی، اور مولا بخش صاحب سومرو وزیر قانون نے۔ ہم سے دریافت کیا کہ اب اس کا حل کیسے ہوگا، فارمولا پیش کرو۔ ہم نے فارمولا لکھا۔

دستور اور مسلمان کی تعریف | دستور کے ابتدائی مراحل میں ہم نے مسلمان کی تعریف شامل کرائی تھی۔ کہ پاکستان کا صدر اور وزیر دونوں مسلمان ہوں گے۔ اس لئے مسلمان کی تعریف کو دستور میں شامل کرنا ناگزیر تھا۔ لیکن اب اس مسئلہ کے حل کے موقع پر ہمیں یہ بات اہم محسوس ہوئی کہ غیر مسلم کی تعریف کی جائے۔ آپ تو بحمد للہ اہل علم ہیں، سمجھتے ہیں، غیر مسلم کی تعریف کو منضبط کرنا مشکل کام ہے۔ معاد کا منکر ہو تو بھی کافر ہے۔ صفات الٰہیہ کا منکر بھی کافر ہے۔ ختم نبوت کا منکر بھی۔ ہم نے باعتبار انکار عقیدۂ ختم نبوت کے کافر میں بات کو منحصر رکھنا مناسب سمجھا۔

۱۔ ایک شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک شخص کو نبوت ملی ہے۔ یہ شخص کافر ہے۔ خواہ وہ یہ عقیدہ رکھے یا نہ دعویٰ کرے یا نہ۔

۲۔ اپنی ذات کے لئے کرے تو بھی کافر ہے۔

۳۔ جو شخص ایسے مدعی نبوت کی نبوت کا اعتراف کرے، وہ بھی کافر ہے۔

۴۔ جو شخص ایسے مدعی نبوت کو مذہبی پیشوا تسلیم کرے۔ جیسے لاہوری پارٹی، وہ بھی کافر ہے۔

درحقیقت یہ پردہ اٹھ گیا یہ لاہوری پارٹی کی مکاری اور عیاری تھی، وہ بھی مرزا کو نبی مانتے ہیں۔

مسئلہ کا حل اور حکومت سے آخری مذاکرات | سب سے زیادہ جھگڑا پیدا ہوا کہ دفعہ ۱۰۶ کی رو سے صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو نمائندگی دیدی گئی ہے۔ بلوچستان میں ایک، فرنٹیئر میں ایک اور سندھ میں دو، پنجاب میں تین۔ اور چھ نام لکھے ہیں۔ عیسائی، ہندو، سکھ، پارسائی، بدھسٹ، شیڈول کاسٹ یعنی اچھوت وغیرہ۔ ہم چاہتے تھے کہ ان چھ کی قطار میں مرزائیوں کو بھی شامل کیا جائے تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس کے لئے وہ تیار نہ تھے اور ویسے بھی ان کا نام اچھوتوں کے ساتھ پیوست پڑتا تھا۔ پیرزادہ نے کہا کہ اس کو رہنے دیں۔ ہم نے کہا جب اور اقلیتی فرقوں کے نام فہرست

میں شامل ہیں، تو ان کے نام بھی لکھ دیں۔ اس نے جواب دیا کہ اور اقلیتی فرقوں کا ڈیمانڈ تھا اور مرزائیوں کا ڈیمانڈ نہیں ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ تو تمہاری تنگ نظری ہے۔ اور ہماری فراخدلی کا ثبوت ہے کہ ہم ان کے ڈیمانڈ کے بغیر ان کو اپنا حق دے رہے ہیں۔ اس بات کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ باگ ٹوٹنے والی تھی۔ سات کو فیصلہ سنانا تھا۔ ۶ کو بھٹو صاحب نے بلالیا۔ پیرزادہ کا وہ واسطہ بھی رفع ہوا۔ ہم نے پورے لطائف الحیل دم تعویذ کرنے کی کوشش کی۔ بھٹو صاحب نے کہا میں سوچوں گا۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں دوبارہ بلاؤں گا۔ عصر کو اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ پیرزادہ نے سپیکر کے کمرہ میں ہمیں بلالیا۔ "تار تو پیچھے ہلائی جارہی تھی" ہم نے کہا کہ ان چھ فرقوں کے ساتھ مرزائی بھی لکھ دو۔ اور بریکٹ میں "قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ"۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو مرزائی نہیں کہتے یہ بات پیرزادہ کی معقول تھی۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔ اس لئے احمدی کا لفظ لکھنا چاہیئے ہم نے کہا ہم ان کو احمدی تسلیم نہیں کرتے، احمدی تو ہم ہیں۔ اس نے تو تحریف کردی ہے — "ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد" ہم نے کہا کہ مرزا غلام محمد قادیانی کے پیروکار۔ انہوں نے کہا کہ دستور میں کسی شخص کا نام نہیں ہوتا۔ حالانکہ قائد اعظم کا نام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی دستور میں موجود ہے۔

غلام محمد مرزا کا نام اور دستور

یہاں ایک لطیفہ مجھے یاد آیا۔ پیرزادہ نے کہا کہ مفتی صاحب اس مرزا کے نام سے دستور کو پلید کیوں کرتے ہو۔ وہ اس حیلہ سے ہمیں اپنے موقف سے ہٹانا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا کہ شیطان، ابلیس، اور خنزیر و فرعون کے نام بھی تو قرآن ہی میں موجود ہیں جس سے قرآن کی صداقت و تقدس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ایسا لکھ دو "جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔" میں نے کہا بریکٹ بند ثانوی درجہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ صرف وضاحت کے لئے ہوتا ہے۔ ایسا لکھ دو قادیانی گروپ، لاہوری گروپ "جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔" اس پر فیصلہ ہوا۔

اب آئینی ترامیم پر عملدرآمد کی ضرورت ہے

اصل بات اب یہ ہے کہ دستور میں تو یہ فیصلہ کیا گیا۔ لیکن ابھی تک عملی دنیا میں ذرہ بھر اس کا اثر قادیانیوں پر ہمیں نظر نہیں آتا۔ آج تک وہ اسلام کے نام سے تبلیغ کر رہے ہیں۔ "انجمن احمدیہ اشاعت اسلام" کے نام سے کام کر رہی ہے۔ ابھی تک وہ اپنے عبادت گاہوں کو مساجد کے نام سے پکارتے ہیں۔ حالانکہ مسجد فقط مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی عبادت گاہ کے لئے اچھے سے اچھے نام منتخب کرلو۔ لیکن مسجد کا نام اپنی عبادت گاہ کے لئے از روئے قانون شرعی استعمال نہیں کرسکتے۔ وہ اب کہتے ہیں کہ ہمارا اسلام خدائی اسلام ہے۔

پارلیمانی اسلام نہیں ہے۔ اس صورت میں وہ پارلیمان کی توہین کرتے ہیں۔ ہماری حکومت بے بس ہے اگر حکومت نے دستور کے مطابق عملی میدان میں قدم رکھا تو پھر ہم سب سے پہلے مبارک باد دینے کے لئے تیار ہیں۔ ابھی تک کلیدی آسامیوں پر قادیانی موجود ہیں۔ بلکہ بعض کو تو پروموٹ کیا گیا۔ بریگیڈیر سعید کو ترقی دی گئی۔ اب ہم جب واپس جائیں گے۔ تو دستور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشش کریں گے۔ آپ بھی دعاؤں میں ہمیں یاد کیا کریں۔ اگر ہمارا اتحاد قائم رہا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قائم رہے گا۔ تو یہ سب مسائل حل ہوتے جائیں گے۔

آخر میں حضرت مفتی صاحب نے عربی زبان میں مؤثر دعائیہ کلمات فرمائے۔ بعد میں طلبہ نے کچھ سوالات دئے جن کے جوابات کچھ پروفیسر صاحب نے دئے اور بعض کے جوابات حضرت مفتی صاحب نے دئے۔

پی سی ٹی مارکہ
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری
پرزہ جات سائیکل
بٹ سائیکل سٹور نیلا گنبد۔ لاہور فون ۶۵۳۰۹

اولاد نرینہ
تیسرے ماہ کے درمیان کھلانے سے بفضل تعالیٰ لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ جن کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں ان کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ آزمودہ سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔
قیمت بمعہ خرچہ ڈاک
۲۷/ روپے پیشگی ارسال کریں
پتہ :۔ حکیم رشید احمد موری گیٹ قصور ——— (ضلع لاہور)

خوبصورت اور دیدہ زیب ملبوسات کیلئے
ہمیشہ یاد رکھیئے
ایف پی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ جہانگیرہ روڈ
فون ۱۰۱ ۱۲۶ (نوشہرہ) تار : FPTEX اللہ بخش کالونی